در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیرِ اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظمِ اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۲۳ — جلد نمبر ۴

یکم نومبر ۱۹۹۵ء — ۹ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ

مدیرِ اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ
۱-	شذرہ	مدیرِ اعلیٰ	۲
۲-	نعت شریف	حضرت علامہ سید خضر حسین شاہ صاحب چشتی	۴
۳-	پیغام بنام سادات کرام	مدیرِ اعلیٰ	۵
۴-	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیرِ اعلیٰ	۷
۵-	انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم	مدیرِ اعلیٰ	۹
۶-	تجلیاتِ غوثیہ	مدیرِ اعلیٰ	۱۳
۷-	غزل	حضرت علامہ سید نصیر الدین شاہ نصیر	۱۶
۸-	آنحضور کی مقبول دعائیں	پروفیسر فیاض احمد خان کاوش	۱۷
۹-	ایڈز	ڈاکٹر محمد انعام قادری	۲۵
۱۰-	ایک نظر غالب پر	اکبر خان وسیم	۲۹

شذرہ

پندرہ روزہ الحسن کا چوتھا سال

مدیر اعلیٰ

الحمد للہ ثم الحمد للہ ! کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ کے فضل و کرم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ عنایت اور حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی توجہِ کاملہ سے پندرہ روزہ الحسن کے اجراء کو تین سال گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں ہماری یہ بھرپور کوشش رہی کہ رسالہ بروقت قارئین کے ہاتھوں تک پہنچایا جائے۔

ہم نے شمارہ اوّل میں جن اغراض و مقاصد کو رسالے کی اشاعت کی غرض و غایت قرار دیا تھا اُن کے حصول کے لئے بھی ہر ممکن جدوجہد کی گئی۔ شذرات میں ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر اپنا نقطۂ نظر پیش کر کے ان کے حل کے لئے عوام و خواص اور حکومت کی توجہ مبذول کروائی گئی، ہر قسم کے گروہی و لسانی اور سیاسی و مذہبی فرقہ واریت کو ختم کر کے پیار و محبت و بھائی چارے کی تلقین کی گئی، تاکہ ہماری قوم میں تعمیری اور مثبت کاموں پر صرف ہو کر ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی کی ضامن بن سکیں۔

تفسیرِ قرآن، شرحِ احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تصوف کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ اس سلسلے میں تصوف کی معرکۃ الآراء کتاب "سیر السلوک الیٰ ملک الملوک" (عربی) کا اُردو ترجمہ بالاقساط قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے اور اب حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف و مشہور کتاب "در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" (فارسی) کا اُردو ترجمہ "تجلیاتِ غوثیہ" کے عنوان سے قسط وار پیش کیا جا رہا ہے۔ حضراتِ اولیائے کرام کے حالاتِ زندگی

پر مشتمل مضامین بھی شامل کیئے جاتے رہے۔

اس تین سال کے عرصے میں الحسن کے درج ذیل پانچ خصوصی نمبر بھی شائع کیے گئے۔

(۱) حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نمبر

(۲) حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) جمعیت سادات کنونشن نمبر

(۴) حضرت آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ نمبر

(۵) محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نمبر

علاوہ ازیں شمارہ نمبر ۳۵ سے استفتاء مع الجواب کے عنوان سے حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمٰن صاحب مجددی کے فتاویٰ کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا جن میں مختلف مذہبی مسائل پر شرعی نقطہ نظر سے وضاحت کر کے اہل سنت کی رہنمائی کی گئی نیز تبصرہ کے لیے موصول ہونے والی کتابوں پر تبصرہ قلم بند کر کے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا رہا۔

پندرہ روزہ الحسن کے ذریعے اہل وطن کو صاف ستھرا اور پاکیزہ ادب فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اور اس طرح عصر حاضر کے فحش و عریاں اور گندے ادب کے خلاف عملی جہاد کیا گیا یہاں تک کہ ہر قسم کے اشتہارات اور تصاویر وغیرہ سے بھی الحسن کو پاک رکھا گیا۔ اس مقدس سلسلے کو ملک بھر کے قارئین نے شرف قبولیت سے نوازا اور اپنے نوازش ناموں کے ذریعے اپنے گراں قدر خیالات و تأثرات کا اظہار فرمایا۔

آئندہ بھی ہماری یہی کوشش ہوگی کہ اپنے قارئین کی دلچسپیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے الحسن کو بہتر سے بہتر طریقے پر پیش کرتے رہیں۔

نعت شریف

از حضرت علامہ سید خضر حسین شاہ صاحب چشتی

بلاؤ در پہ سُلطانِ دوعالم بے قراروں کو
شفا بخشو مریضانِ اَلَم کو دِل فگاروں کو

یہی ہے التجاء سب کی یہی ہے آرزو سب کی
عطاء جامِ نظر ہو اپنے در کے میگساروں کو

خدا نے آپ کو قرآن میں رحمت ہے فرمایا
نوازے کون پھر جز آپکے اِن عیب کاروں کو

ہے ہم کو پیس ڈالا گردشِ دوراں کی چکی نے
سہارا دیجئے آکر خدا را بے سہاروں کو

عجب ہے آپ کے ہو کر رہیں قعرِ مذلت میں
عجب ہے آپ کے ہو کر ترستے ہیں کناروں کو

خضر کے گلشنِ دِل میں خزاں ڈیرے جما بیٹھی
میری جانب بھی آجائیں اشارہ ہو بہاروں کو

پیغام بنام ساداتِ کرام

مدیرِ اعلیٰ الحسن ۔ سرپرستِ اعلیٰ جمعیتِ سادات صوبہ سرحد پشاور

کوئی قوم اس وقت تک معاشرے میں عزّت کا مقام حاصل نہیں کرسکتی جب تک کہ وُہ متحد، متفق اور یکجا نہ ہو، قوموں کے عرُوج و زوال کی تاریخ کے مطالعے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے اتفاق و اتحاد اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا تو عزت و وقار نے اُن کے قدم چُومے اور ہر مقام پہ انہیں کامیابی و کامرانی نصیب ہُوئی، لیکن جب اُن میں انتشار، پراگندگی اور تشتّت رُونما ہُوا تو وہ زوال پذیر ہو گئے۔ یہی حال آج کے دَور میں ساداتِ کرام کا نظر آرہا ہے کہ نہ اِن میں اتفاق ہے نہ اتحاد اور نہ ہی اجتماع و یکجہتی نظر آتی ہے اسی لئے انھیں وُہ مقام حاصل نہیں جو ایک باوقار قوم کا خاصہ ہوتا ہے اور جس کے یہ مستحق ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

"جب تم منتشر ہو جاؤ گے تو تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی" یعنی تمہارا رُعب و دبدبہ اور عزّت و وقار کھو جائے گا۔

لہٰذا اس کھوئے ہوئے عزّت و وقار کو حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ آلِ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولادِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جہاں پر بھی ہوں متحد و متفق ہو کر ایک مرکز پر جمع ہو جائیں، آپس میں پیار و محبت اور اخوت و بھائی چارے کو فروغ دیں ایک دُوسرے کے غم و خوشی و

دُکھ سُکھ میں شریک ہوں۔

چنانچہ اسی مقصد اور غرض و غایت کے پیشِ نظر پشاور کے چند دردِ دل رکھنے والے ساداتِ عظام نے اپنے سیّد بھائیوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی سعیٔ بلیغ فرمائی "جمعیتِ سادات" کی داغ بیل ڈالی اور سادات کو متحد کرنے کے لئے پشاور شہر اور مضافات میں ہر ماہ باقاعدگی سے اجلاس منعقد کئے گئے اور بعدازاں صوبہ سرحد اور پاکستان بھر کے ساداتِ کرام تک یہ پیغامِ محبت و یگانگت پہنچانے کے لئے پہلا کنونشن ۲۹ اپریل ۱۹۹۴ء کو منعقد کیا گیا جسے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی ممالک سے بھی ساداتِ کرام نے نہایت پذیرائی بخش کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی چنانچہ امسال پھر اس روایت کی یاد تازہ کرنے کے لئے ساداتِ کرام کا ایک عظیم الشان اجتماع ۳ نومبر ۱۹۹۵ء بروز جمعہ صبح نو بجے نشتر ہال پشاور میں منعقد ہو رہا ہے جس میں شامل ہونے کے لئے ساداتِ کرام کو دعوتِ عام ہے۔ لہٰذا جس سیّد تک بھی ہمارا یہ پیغام پہنچے وہ ۳ نومبر ۱۹۹۵ء کو نشتر ہال میں تشریف لا کر ساداتِ کرام کے مسائل اور ان کے حل کے لئے کئے جانے والے غور و خوض میں شمولیت فرمائے۔

اُمید ہے حضرات ساداتِ کرام حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس پیغام پر لبیک کہیں گے اور اپنی اجتماعی قوت کو بروئے کار لانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے تاکہ ساداتِ کرام بھی اس معاشرے میں عزت و وقار کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں۔

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور یاد کرو جبکہ ہم نے عطاء فرمائی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور حق و باطل میں فرق کرنے والی شے (معجزات) تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

لُغات :- الفرقان : الگ الگ کرنا۔ حق کو باطل سے جُدا کرنا، قرآن مجید، تورات، دلیل و حُجت، وہ نُور جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے، غزوۂ بدر کا دن، معجزات، یہاں پر معجزات مراد ہیں جیسا کہ امام راغب نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کے سلسلے میں لکھا "اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب و معجزے عنایت کیئے[1]۔

تفسیر :- جس وقت کہ مُوسیٰ علیہ السلام کوہِ طُور پر چالیس دن رات عبادت کیلئے خلوت نشین ہُوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تورات عطاء فرمائی جس میں حرام و حلال، اوامر، نواہی، واقعات انبیاء اور دیگر تمام اخلاقِ حسنہ کی تعلیمات سے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے عطاء فرمائیں۔ تاکہ بنی اسرائیل حضرت مُوسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر صاحبِ فضیلت قوم بن جائے چنانچہ اس آیہ کریمہ میں اس کا ذکرِ خیر فرما کر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دَورِ مبارک کے بنی اسرائیل کو توجہ دلائی گئی کہ جس طرح کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت سے نوازا گیا تھا۔

---

[1] امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن اردو ترجمہ مولانا محمد عبدہٗ اہل حدیث اکادمی لاہور سنہ ۱۹۷۱ء ص ۹۵

اسی طرح جبل نور یعنی غارِ حرا کے مقام پر جناب محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قرآن مجید عطا فرمایا گیا۔ نیز جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عنایت کیئے گئے تھے اسی طرح جناب محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی معجزاتِ عظیم سے سرفراز فرمایا گیا لہٰذا جس طرح تمہارے آباو اجداد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر کامیابی سے ہمکنار ہوئے اسی طرح اس دور میں تم جنابِ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاکر اپنی منزلِ مقصود کو حاصل کر سکتے ہو۔

حضرت علّامہ پیر محمّد کرم شاہ صاحب الازہری اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"کتاب سے مراد توریٰت اور فرقان سے مُراد وہ معجزات ہیں جن کے ذریعے حق کا بول بالا ہُوا اور باطل سرنگوں اور شرمسار ہُوا۔"[۲]

اے خاکِ تو نازِ حضرتِ انسانی

جنباں بسرت چترِ علوّ الشانی

یک وضعِ خمیدگی زدرہا برہاند

نازد بر سجدۂ درت پیشانی

حضرت علامہ سید نصیر الدین شاہ نصیر

---

[۲] پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ج ا ص ۵۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابُ ذِکرُ الاُخُوَّۃ

حضور اکرم پیغمبر اسلام جناب احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جناب امیرالمومنین ابوتراب امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہونے کا ذکر ہے۔

حل لغت:۔ اَلاُخُوَّۃ: اَخٌ سے ہے جس کے معنی بھائی۔ دوست اور ہم نشین کے ہیں۔

حدیث ۱/۶۴ انبأنا محمدؐ[1] بن یحییٰ بن عبد اللہ النیسابوری واحمد[2] بن عثمان بن حکیم اَوْدِیؒ (اللفظ) لمحمد قال حدثنا عمرو[3] بن طلحۃ قال حدثنا اسباط[4] عن سماک[5] عن عکرمۃ[6] عن ابن عباس اَنَّ علیاً کان یقول فی حیوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اِنَّ اللہ تعالیٰ یقول اَفَاِن مات اَو قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم واللہِ ولا ینقلب علیٰ اعقابنا بعد اِذ ھدٰنا اللہ واللہ لئن مات اَو قُتِل انقلبتم علیٰ اعقابکم لاُقاتلنّ علیٰ ما قاتل علیہ حتّٰی اموت اَو اُقتل واللہ اِنّی لاخوہ وولیہ ووارثہ وابن عمہ ومن احق

بِہٖ مِنّیِ۔

ترجمہ:۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصال فرمائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ اللہ کی قسم کہ ہم اپنی ایڑیوں کے بل نہیں پھریں گے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ اللہ کی قسم اگر وہ وصال پا جائیں یا شہید ہو جائیں اور تم ایڑیوں کے بل پھر جاؤ تو ضرور بالضرور میں اس چیز پر لڑوں گا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لڑائی کی یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا شہید ہو جاؤں قسم ہے اللہ کی کہ میں اس کا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھائی ہوں اور اس کا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ولی ہوں اور اس کا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) وارث ہوں اور اس کے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) چچا کا بیٹا ہوں اور مجھ سے زیادہ اس کا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کوئی اور حقدار نہیں ہے۔

تشریح:۔ ارشاد ہے "اللہ کی قسم کہ ہم اپنی ایڑیوں کے بل نہیں پھریں گے۔ اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ یعنی جبکہ اللہ جل جلالہٗ نے ہمیں دولتِ ایمانی سے نوازا ہے۔ قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ ہمارے پاس روشن مشعلیں موجود ہیں تو پھر ہمارے گمراہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ارشاد ہے "تو ضرور بالضرور میں اس چیز پر لڑوں گا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لڑائی کی یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا شہید ہو جاؤں"۔ یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جو جہاد کا راستہ متعین

فرمایا ہے۔ میں کافروں کے ساتھ اسی طرح جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو جائے۔ اگرچہ اس مقصدِ عظیم کے حصول میں میرا وصال ہو جائے یا میں شہید کر دیا جاؤں۔ ارشاد ہے "قسم ہے اللہ کی کہ میں اُس کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھائی ہوں اور اس کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ولی ہوں اور اُس کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وارث ہوں اور اُس کے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چچا کا بیٹا ہوں اور مجھ سے زیادہ اُس کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی اور حقدار نہیں ہے۔" یعنی جس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور مسجد کی تعمیر ہو چکی تو حضور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صحابہ میں مواخاۃ کروائی۔ اس وقت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر رونق افروز تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو جمع فرمایا۔ اس موقع پر ۴۵ مہاجر موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو ارشاد فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں" پھر مہاجرین اور انصار سے دو، دو اشخاص کو بلا کر فرماتے گئے۔ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا اتنا اثر ہوا کہ ان ہر دو حضرات میں حقیقی بھائیوں سے زیادہ آپس میں محبت اور ایثار موجزن رہا۔ اس مواخاۃ کے رشتہ سے جو حضرات آپس میں بھائی بھائی بنے ان میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔

جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خارجہ بن زید انصاری کے بھائی بنے۔ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبان بن مالک انصاری

کے بھائی بنے اور جناب سیدنا عثمان ذو النورین اوس بن ثابت انصاری کے بھائی بنے وغیرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صاحب ترمذی جناب ابن عمر سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ میں مواخاۃ فرمائی تو جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم روتے ہوئے تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ نے اپنے صحابہ کے درمیان تو مواخاۃ قائم فرمادی اور کسی ایک کو میرا بھائی نہیں بنایا۔ تو جناب سیدنا و مولینا و شفیعنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ" اے علی! تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(وقال ھٰذا حدیث حسن غریب)

بقیہ: تجلیاتِ غوثیہ

ہوں یا سہواً — اور اس نمازِ تسبیح کے ہر رکن کے ابتداء میں کلمۂ تمجید دس مرتبہ اور اس نماز کے قیام میں قرأتِ قرآن کے بعد پندرہ مرتبہ اور قومہ و جلسہ میں دس دس بار اور پھر سجدۂ ثانیہ کے بعد ہر رکعت میں دس بار پڑھنا مقرر ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ہر دوسری رکعت میں پڑھے اور قیام میں پچیس ۲۵ بار پڑھے لیکن پہلی روایت صحیح ہے اور نوافل کے دوران رکوع، سجدے و پہلی رکعت میں قرأت سے قبل وہ دعائیں پڑھے جو احادیث شریف میں وارد ہیں۔

(جاری ہے)

قسط نمبر ۳

تجلّیاتِ غوثیہ

مدیرِ اعلیٰ

پہلی فصل

(اس فصل میں شریعت کے اعمال کا بیان ہے)

شریعت کے اعمال اور افعال جن کا ادا کرنا ضروری ہے فقہ و حدیث کی کتابوں سے معلوم اور مشہور ہیں مگر بعض ایسے اعمال و افعال ہیں کہ لوگ ان پر عمل کرنے میں بہت سستی کرتے ہیں حالانکہ وہ مسنون ہے چنانچہ ایسے امور اس فصل میں تحریر کیے جا رہے ہیں۔

سب سے پہلے سالک کے لیے لازمی ہے کہ وہ حضور نبی کریم جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیروی کرنے میں انتہائی کوشش کرے اور اس کا کوئی عمل آنجناب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کے خلاف نہ ہو، عقائد، اعمال، اور افعال میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرے۔

نماز اوّل وقت میں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرے اور کسی کو اذیت پہنچائے بغیر پہلی صف میں کھڑا ہو، آدھی رات کو نیند سے بیدار ہو کر آٹھ یا بارہ رکعت تہجّد کی نماز پڑھے اور اس میں جس قدر زیادہ قرآن مجید پڑھے بہتر ہے چنانچہ بعض حضرات اس میں سورۂ یٰسین شریف پڑھتے ہیں اور کچھ سورۂ اخلاص اس طرح پڑھتے ہیں کہ پہلی رکعت میں بارہ مرتبہ اور پھر ہر رکعت میں ایک ایک بار کم کرتے چلے جاتے ہیں اور سب سے بہتر طریقہ وہ ہے جو حضرت سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا

معمول تھا جو آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ اور اگر وتر تہجد کے بعد پڑھے جائیں تو بہتر ہے نیز نمازِ تہجد میں قرأت جس قدر لمبی ہو بہتر ہے کیونکہ نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت افضل ہے۔ اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ۔ اَنْتَ خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَوَعْدُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَلِقَائُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَعَلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَاِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰی آخر السورۃ

اور تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر استغفار، تسبیح، تہلیل اور تحمید میں مشغول ہو جائے کیونکہ یہ قبولیت دُعا کا وقت ہوتا ہے اور صُبح کی نماز با جماعت مسجد میں پڑھے اور صبح کی سُنّت گھر میں پڑھ لے تو اچھا ہے کیونکہ حضور پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح پڑھا کرتے تھے اور صبح کی سُنّت ادا کرنے کے بعد داہنے پہلو پر تھوڑا سا آرام کر لینا بھی سُنّتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

اور نمازِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذِکر، فکر، تسبیح، تہلیل، تحمید اور استغفار میں مشغول رہے جب سورج ایک یا دو نیزہ بلند ہو جائے تو نمازِ اشراق آٹھ رکعت یا چار یا پھر کم از کم دو رکعت ہی ادا کر لے۔ کیونکہ اس کا بہت ثواب ہے، اور احادیثِ مبارکہ میں اس نمازِ اشراق کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں اور نمازِ فجر سے اشراق تک بلکہ تہجّد سے لیکر اشراق کی نماز تک حق تعالیٰ کے ذِکر میں مشغول رہے اور اس عرصے میں بغیر ذِکرِ الٰہی کے کسی قسم کی گفتگو نہ کرے، سورج نکلنے کے بعد جب ڈیڑھ پہر دن گزر جائے تو بارہ رکعت یا آٹھ رکعت نمازِ اضحیٰ (چاشت کی نماز) پڑھے اور اس میں قرآن مجید میں سے جس قدر تلاوت ممکن ہو کر لے اور اگر ظہر کی نماز کے بعد دو رکعت سنت کی بجائے چار رکعت پڑھے تو اس کی بڑی فضیلت ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (جس نے ظہر کی نماز کے بعد چار رکعت ادا کیں اس کے لیے جنّت واجب ہو گئی) اور عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھنا مستحب اور افضل ہے اور مغرب کی نماز کے بعد نمازِ اوّابین پڑھنا بھی نیز مستحب ہے اور یہ نمازِ اوّابین بعض روایات میں آٹھ رکعت جبکہ بعض میں چھ رکعت بیان ہوئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ "جس نے یہ نماز پڑھی تو اس کے لئے جنّت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔

اور جب بھی رات یا دن میں موقع میسّر ہو تو نمازِ تسبیح پڑھا کرے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "جس نے چار رکعت نمازِ تسبیح پڑھی تو اس کے صغیرہ و کبیرہ اور پُرانے و نئے قصور بخش دیئے جائیں گے۔ خواہ وہ عمداً سرزد ہوئے

"ما بقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں"

غزل

حضرت علامہ سید نصیر الدین شاہ صاحب نصیر نبیرہ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

دین سے دُور، نہ مذہب سے الگ بیٹھا ہوں
ہاں ترے در پہ ہوں میں سب سے الگ بیٹھا ہوں

ڈھنگ کی بات کہے کوئی، تو بولوں میں بھی
مطلبی ہوں، کسی مطلب سے الگ بیٹھا ہوں

بزمِ احباب میں حاصل نہ ہُوا چین مجھے
مطمئن دِل ہے بہت، جب سے الگ بیٹھا ہوں

غیر سے دُور، مگر اُس کی نگاہوں کے قریں
محفلِ یار میں اِس ڈھب سے الگ بیٹھا ہوں

یہی مسلک ہے مرا، اور یہی میرا مقام
آج تک خواہشِ منصب سے الگ بیٹھا ہوں

عُمر کرتا ہوں بسر گوشۂ تنہائی میں
جب سے وہ رُوٹھ گئے، تب سے الگ بیٹھا ہوں

میرا انداز نصیر اہلِ جہاں سے ہے جُدا!
سب میں شامل ہوں مگر سب سے الگ بیٹھا ہوں

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقبول دُعائیں

پروفیسر فیاض احمد خان صاحب
کاوش، چیئرمین شعبہ اردو میرپور کالج

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

(البقرہ : ۱۸۶) **ترجمہ**:- اور (اے میرے حبیب) میرے بندے جب آپ سے میرے (دُعاء قبول کرنے کے) متعلق سوال کریں تو (آپ اُنہیں بتا دیجئے کہ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں دعا مانگنے والوں کی دُعا قبول کرتا ہوں۔

اپنا شرف دُعاء سے ہے باقی رہا قبول
وُہ جانیں اُن کے ہاتھ ہیں کُنجی اثر کی ہے

دُعاء و مناجات ادب کی ایسی اصناف ہیں جن میں تکلّف و تصنّع کے سارے حجابات اُٹھ جاتے ہیں جنہیں بندہ اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے اپنا دِل کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اس طرح اس کی زبان اس کے دل کی حقیقی ترجمان بن جاتی ہے۔ یہاں وُہ دنیا دکھاوے سے بے نیاز، سامعین کی داد وتحسین سے بے پرواہ، اپنے محبوبِ حقیقی کو منانے کے لئے عرض ونیاز کی تصویر بن جاتا ہے اور اس تصویر میں جب صدق وصفا کا رنگ بھر جاتا ہے تو عفو وعطاء کا دروازہ کھُل جاتا ہے۔ دریائے رحمت جوش میں آتا ہے۔ یہ دیکھ کر بندہ لب کُشائی کی جسارت کرتا ہے لیکن ربّ ذوالجلال کی بارگاہ کا جاہ وجلال دیکھ کر ایجاز واختصار سے کام لیتا ہے ہر چند کہ بندے کی حاجات بے انتہا ہوتی ہیں، پھر بھی بندہ اپنی دُعاء میں "جامع اور مختصر الفاظ" استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

چنانچہ وہ مقبول دعائیں جو رسولِ برحق افصح الخلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہیں۔ "جوامع الکلم" کی اعلیٰ شان اور فصاحت و بلاغت کا کمالِ لازوال ہیں ۔۔۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان میں سوز و اثر بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، آپ کی پرسوز دعائیں اپنی روحانی عظمت کے ساتھ ساتھ ادب کی اعلیٰ اقدار کی حامل ہیں! ۔۔۔ یہ دعائیں کیا ہیں؟ ۔۔۔ دنیا کے ادبی ذخیرے کے وہ نادر شہپارے ہیں جن کی نظیر انسانی لٹریچر میں نہیں ملتی۔ "اُن کے در کے سوا زمانے میں علم و حکمت کا باب ہے کوئی؟"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مالکِ حقیقی سے ان الفاظ میں دعا کی جن سے زیادہ ۔۔۔ مؤثر، جن سے زیادہ بلیغ، جن سے زیادہ موزوں اور مناسب الفاظ انسان نہیں لا سکتا۔

یہ دعائیہ کلمات کیا ہیں ۔۔۔ ادب کا معجزہ ہیں۔!

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو خشوع و خضوع کے عالم میں ڈوب جاتے! ۔۔۔ اس وقت آپ کی زبانِ مبارک سے جو دعائیہ کلمات ادا ہوتے اسے سن کر عاجزی و نیازمندی کی مسحور کن فضا میں دلِ جھومنے لگتا۔ روح وجد کرنے لگتی ۔۔۔ انوار و تجلّیات کا ظہور ہوتا ہے ۔۔۔ اور اثر و تاثیر کی بجلیاں کوندنے لگتیں۔

فیضِ عام اور کرمِ دوام کی انتہا یہ کہ مرادِ دل پانے کے لیے آج بھی نبوی دعاؤں کا نورانی دفتر اُمّتِ مسلمہ کے لیے کھلا ہوا ہے۔ شکستگی و خستگی کے عالم میں خشوع و خضوع کے ساتھ جو بھی یہ دعائیں پڑھے گا یقین ہے کہ اپنا

دامنِ آرزو شرفِ قبولیت کے سدا بہار پھولوں سے بھرے گا۔

چنانچہ آیئے دل کی گہرائیوں سے پڑھیں :۔

"اللّٰھمّ انّک تسمع کلامی وترٰی مکانی وتعلم سرّی وعلانیتی لا یخفی علیک شیئٌ من امری وانا البآئس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقرّ المعترف بذنبہٖ اسألک مسئلۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر دعاء من خضعت لک رقبتہٗ فاضت عیونہٗ وذلّ لک جسمہٗ ورغم لک انفہٗ۔ اَللّٰھُمَّ لا تجعلنی بدعائک شقیاً وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین" (ترجمہ) اے اللہ! تو میری بات کو سنتا ہے۔ میرے مقام کو دیکھتا ہے۔ میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں۔ محتاج ہوں۔ فریادی ہوں پناہ جو ہوں۔ پریشان ہوں۔ ہراساں ہوں۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں۔ اعتراف کرنے والا ہوں۔ تیرے آگے سوال کرتا ہوں۔ جیسے بیکس سوال کرتے ہیں۔ تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں۔ جیسے گناہگار و ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے۔ تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ جیسے خوف زدہ آفت زدہ طلب کرتا ہے۔ اور جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے۔ جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں۔ اور وہ تن بدن سے تیرے آگے جھکا ہو۔ اور وہ اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔

اے اللہ! تو مجھے اپنے سے دُعاء مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہو جا۔ اے سب مانگے جانے والوں سے اچھے اے سب دینے والوں سے بہتر!"

حقیقت یہ ہے کہ:

کوئی بڑے سے بڑا ادیب اپنی مجبوری، بے بسی اور محتاجی کا اس سے بہتر نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ رحمتِ خداوندی کو جوش میں لانے کے لئے اس سے زیادہ مؤثر، اس سے زیادہ جامع الفاظ نہیں لائے جا سکتے۔ آج بھی ان کلمات کو ادا کرتے ہوئے دِل اُمنڈ آتے ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ آخر رحمت رحمتِ خداوندی مائل بہ کرم ہو جاتی ہے۔ مناجات بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کا اعزاز پاتی ہے۔ بابِ رحمت پر دستک دینے کا طریقہ بنایا۔

دُنیائے ادب کو خوبصورت دُعاؤں کے حسین جواہرات سے مالا مال فرمایا۔ آپ نے ایسے خوبصورت الفاظ میں دُعائیں مانگیں جن سے زیادہ فصیح و بلیغ الفاظ تصور میں نہیں لائے جا سکتے! ۔ جنہیں پڑھ کر دِل عجز و نیاز سے جھک جاتے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ نے رب تعالیٰ سے خود دُعاء مانگی تھی کہ:۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ دُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ۔ (ب)

ص ۲۶۱

(۱) عبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علی المواہب اللدنیہ ج ۵

(ب) ابوالحسن مسلم بن قشیری، صحیح مسلم شریف ج ۱ مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۴۹ھ

ترجمہ:۔ میں اس دُعاء سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو قبول نہ ہو۔ اور اُس دِل سے جس میں خوفِ خُدا نہ ہو۔ ایسے نفس سے جو آسودہ نہ ہو۔ اور اُس علم سے، جو دوسروں کو نفع نہ پہنچائے۔

ذرا دیکھیئے تو یہاں **لَا یسمع ۔ لا یخشع ۔ لا تشبع ۔ لا ینفع ۔** کی تکرارِ لفظی ۔ حُسنِ تالیف کا اعجاز دکھا رہی ہے۔ معنوی خوبیوں سے قطعِ نظر آپ کی تمام دُعاؤں میں ۔ صَوتِ سرمدی ۔ سازِ فطرت بجا رہی ہے۔ عربوں پر ایک سال ایسا گذرا کہ عرب میں بارش بالکل نہیں ہوئی خشک سالی کے سبب مخلوقِ خُدا تڑپنے لگی۔ پانی سے محروم لوگ پریشان ہو کر دوڑے بھاگے اپنے پیارے ساقیِ کوثر کے درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور دُعائے بارش کے لئے التجائیں کرنے لگے۔ اس وقت دریائے رحمت جوش میں آیا اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں دُعائے استسقاء فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اسق بلادک وبھائمک وانشر رحمتک واحی بلادک المیّت۔ اَللّٰھُمَّ استقنا غیثا مغیثا مریعًا مریعًا طبقًا واسعًا عاجلاً غیر اٰجلٍ نافعًا غیر ضارٍ ... الخ[1]

اہلِ زبان خوب جانتے ہیں کہ:

"**فصاحت**"۔ ان کلماتِ طیّبات کی گرد کو نہیں پہنچ سکتی۔!

"**بلاغت**" ان کی بلندیوں کا تصور تک نہیں کر سکتی۔!!

---

[1] عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی۔ سنن نسائی ج ۱، باب الدعوات

دعائیہ کلمات کی۔ صوتی ہم آہنگی۔ پر رُوح کو وجد آرہا ہے۔ اور الفاظ کی روانی پر دِل جھُوما جارہا ہے۔

ایک طرف "حُسنِ تالیف" قیامت ڈھا رہی ہے!

دوسری طرف "معانی کی وسعت" سے عقل خیرہ ہوئی جا رہی ہے!!

مختصر یہ کہ آپ کی مقدس دُعاؤں میں فصاحت و بلاغت کے تمام نورانی لوازمات جلوہ گر ہیں۔ آپ کی دُعائیں کیا ہیں؟۔ مستقل معجزات ہیں۔ دلائل نبوت ۔ ہیں!! اُمت کی خوش قسمتی ہے کہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک کے ہر لمحہ اور ہر کیفیت کی مناسبت سے شُکرِ الٰہی۔ اور "حصُولِ نعمت" کے لئے "نبوی دُعاؤں" کا بیش بہا خزانہ اپنے اندر "اثر و قبول" کے انمول جواہرات لیے موجود ہے۔

ان دُعاؤں کے لفظ لفظ سے "عجز بندگی" ٹپک رہا ہے۔ اور حرف حرف سے "اقرارِ عبدیت" جھلک رہا ہے!! "خشوع وخضوع" ان دعاؤں کا "طرۂ امتیاز" ہے "شرف قبولیت" ان کا "تمغۂ اعزاز" ہے۔ ذرا دیکھیے تو کس خوبصورتی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دعاء مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ۔

(ترجمہ) اے اللہ مجھے میرے گناہ بخش دے اور مجھے میرے گھر میں وسعت دے اور مجھے میرے رزق میں برکت دے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے "فراخ روزی"

ایڈز

قسط نمبر (۱)

تحریر
ڈاکٹر محمد انعام قادری
سنہری مسجد روڈ پشاور صدر

یہ ایک پیچیدہ مرض ہے جو کہ غالباً کئی سالوں سے موجود ہے مگر مناسب تحقیق اور علم نہ ہونے کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے پوشیدہ تھا جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لِکُلِّ دَآءٍ دَوَاءٌ۔ اس کائنات میں ہر بیماری کا علاج موجود ہے بشرطیکہ تم غور کرو۔ —— کہا جاتا ہے کہ ایڈز کا پہلا مریض ۱۹۵۹ء میں پایا گیا۔ مگر چونکہ اُس وقت اس قسم کی بیماری کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس لیے ۱۹۸۱ء تک خاموشی رہی جب اتفاقاً ایک ایسے مریض کو امریکہ میں دیکھا گیا جو جوان تھا مگر مرض ایسا تھا جو عموماً بڑھاپے میں پایا جاتا ہے۔ یہ مریض اپنی بیماری کی علامات کی وجہ سے کسی ایک مرض کی نشاندہی نہیں کر رہا تھا اس مرض کا نام ایڈز رکھ دیا گیا۔

اپنے نام کے حساب سے شاید یہ نام تبدیل کرنا پڑے کیونکہ بظاہر ایڈز صرف وقت گزرنے کے ساتھ جسم میں قوتِ مدافعت کم ہونے کا نام ہے۔ مگر چونکہ پیدائشی طور پر بھی بچے اس مرض سے متاثر ہو سکتے ہیں لہٰذا یہ نام اپنی بیماری کی نمائندگی نہیں کرتا۔

ایک جوان لڑکا جو کچھ سال پہلے افریقہ میں ایک عجیب و غریب بیماری میں مُبتلا ہُوا اور مر گیا۔ اس کا خون آئندہ کے معائنے کے لیے محفوظ کر لیا گیا۔ جب یہ منجمد شُدہ خُون اس قسم کے مریض کی آمد کے بعد دوبارہ معائنہ کیا گیا تو ایڈز زدہ مریض کے خون جیسے جراثیم پائے گئے۔

ایڈز کیسے ہوتا ہے؟ (Theories) (۱) کہا جاتا ہے کہ ایڈز ہم جنس کے

شاکراً لک ذاکراً لک راھباً مطواعاً لک مختبتاً الیک اوّاھاً منیباً رب تقبّل توبتی واغسل حوبتی واجب دعوتی ثبت صحتی وسدّد لسانی واھد قلبی واسلل سخیمۃ صدری۔ [1]

ترجمہ:۔ اے میرے رب! میری مدد فرما۔ میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر۔ میرے لئے تدبیر فرما۔ اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما۔ اور مجھے ہدایت پر قائم رکھ۔ اور جو مجھ پر زیادتی کرے۔ اس پر مجھے نصرت عطا فرما۔ میرے رب! مجھے اپنا شکر گزار، ذکر کرنے والا بنا دے اپنے سے ڈرنے والا، بہت اطاعت گذار اپنے لیے متواضع، گناہوں پر افسوس کرنے والا اور رجوع کرنے والا بنا دے۔ میرے رب! میری توبہ قبول فرما۔ میری خطاؤں کو دھو ڈال اور میری دعا قبول فرما۔ میری صحت کو قائم رکھ میری زبان کو درست فرما۔ میر دل کو ہدایت پر ثبات عطا فرما۔ میرے قلب کو کینے سے پاک رکھ۔

[1] ابو عبداللہ محمد ابن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی: سنن ابی داؤد عن ابن عباس ج ۱ صفحہ ۹۳

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

دعا زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، اوپر نہیں چڑھتی جب تک کہ مجھ پر درود نہ پڑھا جائے۔ تو تم مجھے سوار کے پیالے کی طرح بے کار نہ چھوڑ دو۔ دعا سے پہلے، درمیان اور آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو (ترمذی)

اور "وسیع گھر" ہے۔ کسی زمانہ میں بھی اس کی اہمیت کم نہیں ہوئی اور اس زمانہ میں تو اس کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ گھر کا وسیع ہونا نہیں بلکہ اصل مسئلہ گھر کا کافی ہونا ہے۔ اور گھر والوں کا اس میں وسعت محسوس کرنا ہے۔ کیونکہ اگر وسعت کا احساس نہیں تو بڑے سے بڑا گھر بھی گھر والوں کو تنگ اور ناکافی محسوس ہوگا۔ اس لیے آپ نے فراخ روزی کے بجائے۔ "رزق میں فراخی" کی دُعاء مانگی۔

اِسی طرح وسیع گھر کے بجائے۔ "گھر میں وسعت" عطاء کرنے کی دُعاء مانگی!۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ اہل نظر پر خوب روشن ہے!

آپ کے حُسنِ کلام سے متاثر ہوکر دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ آپ کے حُسنِ بیان کو "فصاحت وبلاغت" کی وہ معراج حاصل ہے کہ جہاں شاعری کا کمالِ سخن نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ کسی بھی صنفِ ادب کا کمالِ فن اس کی عظمتوں کو نہیں چھُو سکتا۔

غرضیکہ آپ کے "خطبات" ہوں۔ یا "مکتوبات" "عہد نامے" ہوں یا۔ "وثیقہ جات" ۔ "فرامین" ہوں یا "دعائیں" "فصاحت وبلاغت" ۔ کے فطری انوار ان میں ہر طرف جگمگا رہے ہیں حُسنِ کلام کے جواہرات ہر جگہ جھلملا رہے ہیں۔ زبان وبیان کی قدرتی مٹھاس آپکے سارے کلام میں رچی بسی ہُوئی ہے۔

آخر میں دُعا ہے کہ :-

رَبِّ اَعِنِّی وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِی وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِی وَلَا تَمْکُرْ وَاھْدِنِی وَانْصُرْنِی عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِی

ساتھ فطری یا غیر فطری طریقے سے ہم بستری کرنے سے ہوتا ہے۔ شروع شروع میں کہا گیا۔ کہ ایڈز اُن لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جو کہ ایک سے زیادہ ساتھی کے ساتھ بدکرداری کریں۔ ایڈز مرد مرد کے ساتھ عورت عورت کے ساتھ مرد عورت کے ساتھ ہر قسم میں ہو سکتا ہے۔

۲۰ مئی سنہ ۱۹۸۳ء کو ایک فرانسیسی سائنس دان نے یہ انکشاف کیا کہ ایڈز ایک وائرس (VIRUS) ہے۔ اس سے پہلے یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ وجود میں قوتِ مدافعت کیسے کم پڑ جاتی ہے اور مریض کیوں ہر قسم کی بیماری کا آسانی سے شکار ہو جاتا ہے۔

(۲) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وائرس افریقہ میں زیادہ عام ہے کیونکہ وہاں کے لوگ سبز بندر کے دماغ کچے کھاتے ہیں۔ مگر اس کی بھی کوئی ٹھوس سائنسی شہادت نہیں مل پا رہی ہے۔

(۳) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایڈز کے جراثیم کئی مدتوں سے موجود تھے مگر اب خراب آب و ہوا گندے پانی اور قحط سالی کی وجہ سے انسانی جسم پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچا رہے ہیں۔ دلیل اس کی بھی نامکمل ہے۔

(۴) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایٹمی جنگ نے بعض وائرس اتنے تبدیل کر دیئے ہیں کہ وہ انسانی زندگی کے لیے ایڈز جیسے موذی مرض پیدا کر رہے ہیں۔

(۵) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امریکہ کی کچھ میڈیکل لیبارٹریوں نے بعض صحت مند وائرس اتنے تبدیل کر دیئے ہیں کہ وہ انسانی زندگی کے لیے موذی ثابت ہوں اور پھر یہ جراثیم آزمائشی طور پر امریکہ کے ممالک میں چھوڑ دیئے گئے تاکہ اُن کا اثر انسانی زندگی پر

دیکھا جائے۔ (۶) یہ کہنا کہ ایڈز کے وائرس پہلے کس خطے پر اثر انداز ہوئے، مشکل ہے کیونکہ افریقہ یورپ اور امریکہ تمام جگہوں پر یہ مرض تقریباً ایک وقت میں پایا گیا۔ایڈز کے وائرس کا سائز ۰۰۰۰۱/۱ ملی میٹر (M.M) ہے۔

ایڈز کیسے پھیلتا ہے؟:۔ (۱) خون یا خون کے جزء (۲) سوئی۔ سرنج (۳) بلیڈ (۴) اوزار (۵) سڑک کا اتفاقی حادثہ (۶) دورانِ زچگی (۷) بچوں کے حفاظتی ٹیکے (۸) نائی کی دوکان پر (۹) بچے بڑے کی سُنت۔ آپریشن۔ (۱۰) کان چھیدنے سے۔ (۱۱) غیر فطری حرکات مثلاً منہ میں دخول کرنا۔ پاخانے کی جگہ پر دخول کرنا فطری طور پر ایڈز کے مریض کے ساتھ ہم بستری کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ ایڈز کے مرض کے لیے کوئی عمر کی قید نہیں ہے۔ یہ جوان۔ بوڑھے عورت۔ مرد۔ پیدائشی بچے سب میں یکساں طور پر پایا جاسکتا ہے۔ یہ مرض منہ کی پھٹی ہوئی جلد۔ پاخانے کی جگہ کی پھٹی ہوئی جلد۔ ہاتھ کی کٹی ہوئی جلد یا جسم کے کسی بھی حصے سے جراثیم کی صورت میں داخل ہو سکتی ہے۔

سائنس دان اور لیبارٹری میں کام کرنے والے۔ ڈاکٹر یا مریض کی دیکھ بھال کرنے والے لوگ بھی ہر وقت اس مرض سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ یہ مرض اُن لوگوں میں زیادہ ہے جو کہ اپنی نفسانی خواہشات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ اور جوش میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ ایڈز کا مرض جلد پھٹی ہوئی ہو تو زیادہ ہو سکتا ہے۔ پاخانے کی جلد چونکہ زیادہ سخت اور نازک ہوتی ہے۔ لہٰذا جلد کے پھٹنے کا زیادہ امکان ہے اور اس طرح یہ بیماری آسانی سے اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ پاخانے کی جگہ پر دخول کرنا، سب سے زیادہ ایڈز کے جراثیم زدہ مریض پیدا کرتا ہے۔

گندی استعمال شدہ سُوئی۔ ۲۵ میں سے ایک مریض دے سکتی ہے۔ یہ بیماری سانس سے، ناک کے پانی سے، مچھّر سے یا چھُونے سے نہیں لگتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ خاص قسم کے مچھّر یہ وائرس ایک شخص سے دُوسرے شخص میں منتقل کر سکتے ہیں دس لاکھ امریکی ابھی تک اس مرض میں مُبتلا ہیں۔ امریکہ میں ۶۳ فیصد مریض غیر فطری حرکات سے پائے جاتے ہیں۔ ۲۳ فیصد خون کی سرنج دوبارہ استعمال کرنے سے ۔ خواتین میں یہ مرض دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔ ۱۹۸۵ء میں یہ صرف سات فیصد عورتوں میں تھا۔ ۱۹۹۲ء میں ۱۳ فیصد اور ۱۹۹۴ء میں ۹۰۰۰ نئے مریض دریافت ہو رہے تھے۔ اور یہ تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

خون کی اچھی طرح جانچ پڑتال کے باوجود بھی ایک لاکھ میں سے ایک مریض جو خون کی بوتل کسی بیماری کی وجہ سے وصول کرتا ہے ایڈز کا شکار ہو سکتا ہے۔ ہمارے ہاں خون دینے اور لینے والے بیمار کا ٹسٹ نہ ہونے کی وجہ سے یہ شرح کئی گُنا زیادہ ہوگی۔ ایڈز کے وائرس احتیاطی تدابیر ہم بستری کے وقت یعنی پلاسٹک چڑھانے سے کم نہیں ہوتے۔

اِس وقت تک ساری دُنیا میں تقریباً دس ملین (ایک کروڑ) افراد ایڈز میں مبتلا ہیں۔ افریقہ میں بعض علاقوں میں ہر تیسرا شخص ایڈز میں مبتلا ہے۔

(جاری ہے)

ایک نظر غالب پر

تحریر
اکبر خان وسیم

مرزا غالب ۱۷۹۷ء میں ہندوستان کے مشہور تاریخی مقام آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پورا نام مرزا اسد اللہ بیگ خان تھا اور والد صاحب کا نام عبداللہ بیگ۔ مرزا صاحب شروع شروع میں "اسد" بطور تخلص استعمال کرتے تھے جو بعد میں ترک کر کے "غالب" تخلص رکھ لیا۔ لیکن کلام میں جہاں انہوں نے "اسد" تخلص لکھا اُسے بدستور رہنے دیا۔ مرزا صاحب کا ایک خوبصورت شعر عرض خدمت ہے جس میں آپنے اپنا تخلص "اسد" استعمال کیا۔

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

مرزا صاحب بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے اور آپ کو کم سنی ہی میں نشیب و فراز سے سامنا کرنا پڑا۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کا ذمہ آپکے چچا، مرزا نصر اللہ بیگ نے لیا، لیکن جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو چچا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا اور آپ ایک بار پھر یتیم ہو گئے اس کے بعد آپکی پرورش ننھیال میں ہوئی۔ جہاں آپ کو ہر طرح کا آرام میسر تھا۔ نواب احمد بخش خان صاحب نے آپ کے خاندان کا انگریزوں سے وظیفہ مقرر فرمایا، جس پر آپ ہمیشہ اُن کے مدح خواں رہے۔ مرزا صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم آگرہ کے مشہور عالم مولوی محمد اعظم سے حاصل کی۔ فارسی کی تعلیم عبدالصمد نامی ایک پارسی سے

حاصل کی، جو بعد میں یہ مذہب چھوڑ کر تائب ہو گیا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب کو فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا اور آپ کی شاعری کی ابتداء بھی فارسی سے ہوئی، اور آپ ہمیشہ اپنی فارسی شاعری پر فخر کرتے تھے۔

تیرہ سال کی عمر میں آپ کی شادی نواب مرزا الٰہی بخش خان کی بیٹی امراؤ بیگم سے ہوئی بعد از شادی آپ مستقل دہلی میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے آبائی وطن کو خیرباد کہہ دیا۔ اس کے بعد مرزا صاحب پر ابتری کا دور شروع ہوا اور بہت زیادہ مقروض ہو گئے۔ اپنے مصائب کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

تنگ دستی کی مجبوری سے آپ نے لال قلعہ کی ملازمت اختیار کر لی، آپ کو تیموری خاندان کی تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا گیا اور ساتھ ہی آپ کا وظیفہ (تنخواہ) بھی مقرر کر دیا گیا۔ غالبؔ صاحب کو بہادر شاہ ظفر نے نجم الدولہ، دبیر الملک اور نظام یار جنگ جیسے خطابوں سے بھی نوازا۔ جب ولی عہد مرزا فخر الدین آپ کے شاگرد ہوئے تو انھوں نے آپ کی چار سو روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر کی لیکن ولی عہد کے انتقال پر آپ کا یہ وظیفہ بند ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں لال قلعہ ہمیشہ کے لئے اجڑ گیا۔ جس سے قلعے کا مقررہ وظیفہ بھی ختم ہو گیا۔ غدر کے بعد سرکاری پنشن بھی بند ہو گئی اور غالبؔ کو مالی طور پر ایک بار پھر درماندہ ہونا پڑا۔ آپ نے والیٔ رامپور کو لکھا تو انہوں نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جو تادمِ حیات ملتا رہا۔ والی صاحب نے آپ کی سرکاری پنشن بھی بحال کروا دی، زیادہ مے نوشی کی وجہ سے

آپ کی صحت تباہ ہو گئی تھی اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے اسی وجہ سے آپ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء کو انتقال کر گئے اور دہلی (ہندوستان) میں دفن کر دیئے گئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جو کہ اردو فارسی دونوں زبانوں پر مشتمل تھیں۔ اردو تصانیف میں عودِ ہندی، اردوئے معلیٰ، لطائفِ غیبی، تیغِ تیز، نامۂ غالب اور دیوانِ اردو شامل ہیں۔ فارسی تصانیف میں۔ دیوانِ فارسی مجموعہ قصائد، پنج آہنگ، مہرِ نیم روز، دستنبو، قاطعِ برہان وغیرہ شامل ہیں۔

غالب کے کلام کی خصوصیات:۔ جس طرح ہر ادیب کا ادب اس کی شخصیت کا ترجمان ہوتا ہے اسی طرح ہر شاعر کا کلام اس کی ذات کا پرتو ہوتا ہے اسی طرح غالب بھی اپنے کردار میں انفرادیت کی خصوصیت اپنے اندر لیئے ہوئے ہے۔ جس کی وجہ سے غالب کو یہ انفرادیت کلام کے اندر ایک خصوصی مقام بخشتی ہے جو کہیں تو ندرتِ خیال اور کہیں ندرتِ بیان بن کر سامنے آتی ہے اور قاری کو مستی و سرور و حیرت کے عالم میں چھوڑ جاتی ہے اور اس کو ہر ہر لمحہ، ع

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

کا احساس دلاتی ہے۔ غالب کی رفعتِ پرواز کو غزل کی تنگ دامانی سے شکوہ ہے، اور ان کے الفاظ میں خیالات اور جذبات کی شدت کا یہ عالم ہے کہ:

ع آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جائے ہے

مرزا صاحب کا کلام ایک ایسا نگینہ ہے جس کے بیشمار پہلو ہیں یہاں پر آپ کے کلام کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

غالب کی جدتِ فکر اور مخصوص طرزِ بیان کی مثال میں آپ کا پورا دیوان سامنے

رکھا جاسکتا ہے۔ آپ کی نازک خیالی اور لطافتِ فکر یہ کا یہ انداز ان اشعار میں دیکھئے۔

ے جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں ٭ خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

ے زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا ٭ کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

ے ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ٭ کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

جذبات نگاری جو کہ غزل کی جان ہوتی ہے غالب اپنی شاعری میں بڑے اچھے انداز سے پیش کرتے ہیں چاہے وہ جذبات محبت کی تڑپ کی صورت میں ہوں یا وصال کی خوشی و فراق کے غم کی صورت میں ہوں، بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں جو دِل کی تہہ تک اثر پذیر ہو جاتی ہے۔ ے

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیرِ نیم کش کو

یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

نیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اسکی ہیں

تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

فراق میں لکھتے ہیں ے

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے ٭ جوشِ قدح سے بزم چراغاں کئے ہوئے

ے پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں ٭ پھر وہی زندگی ہماری ہے

سوز و گداز کی حالت کا ذکر وہ اس طرح کرتے ہیں کہ ے

میں نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹوں ٭ وہ ستمگر میرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

جاری ہے